امریکہ نے شرق اوسط میں امن کو ہمیشہ کیلئے قتل کر دیا ہے

مسلمانوں کے خلاف اس صدی کا سب سے زیادہ ہولناک منصوبہ بنایا گیا ہے

روزنامہ الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
خطبہ نمبر ۱۱
جلد ۷۶/۴۱ | اتوار ۱۵۔شعبان ۱۴۱۱ھ، ۳۔امان ۱۳۷۰ہش، ۳۔مارچ ۱۹۹۱ء | نمبر ۵۱

اسرائیل کو کھلی چھٹی دی گئی ہے کہ وہ سلامتی کونسل اور اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کو رَدّ کرے اور اس سے کوئی باز پُرس نہ ہو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عراق کے بعد شام کی باری ہے۔ پھر تُرکوں اور ایران کو لڑایا جائے گا اور پاکستان کی بھی باری آئے گی

خلیج کی حالیہ جنگ کے پس منظر کے بارے میں اہم تاریخی حقائق کا تفصیلی بیان

خُطبہ جُمعہ فرمُودہ سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز۔ بتاریخ ۸۔ تبلیغ ۱۳۷۰ہش (۸۔فروری ۱۹۹۱ء) بمقام بیت الفضل۔ لندن

اس صدی میں مسلمانوں کے خلاف سب سے زیادہ ہولناک منصوبہ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

"غالباً چھ ماہ پہلے یا کم و بیش اتنا عرصہ پہلے مَیں نے بغداد پر ہونے والے ہلاکو خان کے حملے کا ذکر کیا تھا اور متنبّہ کیا تھا کہ اُسی قسم کی ہلاکت آفرینی کی تیاریاں کی جا رہی ہیں، فیصلے ہو چکے ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ اگر صدر صدام نے احتیاط سے قدم نہ اٹھائے تو ایسی خوفناک ہلاکت خیزی کی جنگ اُس پر ٹھونسی جائے گی کہ جس کے نتیجے میں ہلاکو خان کی باتیں بھی خواب و خیال کی باتیں ہو جائیں گی۔

اِس عرصے میں جو کچھ رُونما ہُوا ہے وہ اتنا ہولناک ہے اور اتنا دردناک ہے کہ اس کی جتنی خبریں اب تک دُنیا کو مل چکی ہیں انہی کے نتیجے میں تمام عالمِ اسلام کے دل خون ہو رہے ہیں لیکن جو خبریں اب تک ظاہر ہو چکی ہیں وہ اُن خبروں کا کوئی بیسواں سوواں حصّہ بھی نہیں جو رفتہ رفتہ اس جنگ کے بعد ظاہر ہوں گی اور جن سے بعد میں پردے اُٹھیں گے۔ میرے اندازے کے مطابق لکھوکھہا شہری اور فوجی ہلاک اور زخمی ہو چکے ہیں اور بہت بڑی تباہی ہے سویلین آبادی کی جو ابھی تک کسی شمار میں نہیں لائی جا سکی لیکن اُس کے علاوہ فوجیوں کے خلاف جس قسم کی کارروائی ہے وہ جنگ کی کیفیت نہیں بناتی بلکہ اس طرح ہی ہے جیسے کسی ایک شخص کو باندھ کر رفتہ رفتہ اُس کو ڈسممبر (DISMEMBER) کیا جائے۔ اُس کے اعضاء کاٹے جائیں۔ پہلے ناخن نوچے جائیں پھر اُنگلیاں کاٹی جائیں پھر دانت نکالے جائیں، پھر ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں اور اُس کے بعد کہا جائے کہ اے بہادرو اور شیرو! اب اس شخص پر حملہ کر دو۔ اور جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ وہ اپنے ٹُنڈے ہاتھوں سے ایک چپیڑ بھی نہیں مار سکے گا اُس وقت تک بہادروں کو اُس پر حملہ کرنے کی اجازت نہ دی جائے یہ خلاصہ ہے میرے الفاظ میں اِس موجودہ جنگ کا۔ اور امریکی جرنیل جو اس وقت یہ جنگ لڑا رہے ہیں وہ عراق کے سکڈ میزائلز وغیرہ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کے اس قسم کے یہ حملے ایسے ہی ہیں جیسے ایک ہاتھی پر مچھر بیٹھ جائے اور عملاً یہ ایک ہاتھی ہی کی نمائندگی کرنے والی طاقتیں ہیں اور اس کے مقابل پر جس کو وہ نئے زمانے کا ہٹلر کہتے تھے اُس کی حیثیت عملاً یہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارے مقابل پر ایک مچھر سے زیادہ نہیں تو جب تک یہ ہاتھی اور مچھر کی لڑائی جاری ہے اُس وقت تک جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس صدی کا مسلمانوں کے خلاف سب سے زیادہ ہولناک اور خوفناک منصوبہ اپنے پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہو گا۔ اور اُس کے بعد پھر یہ نئی صدی میں داخل ہونے کے منصوبے بنائیں گے۔ لیکن میرا کام جنگ کی خبروں پر تبصرہ کرنا نہیں اور جماعت احمدیہ کو مسلسل یہ بتانا مقصود نہیں کہ اب جنگ میں کیا ہُوا اور کل کیا ہُوا تھا اور آئندہ کیا ہو گا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اس جنگ کا پس منظر آپ کے سامنے کھول کر رکھوں اور تاریخی پس منظر کی روشنی میں تمام دُنیا کے احمدی اور اُن کے ساتھ دوسرے مسلمان بھائی جن تک وہ آواز پہنچا سکتے ہیں اِس صورتِ حال کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہو کیا رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے اور مغربی قوموں نے اس میں کیا کردار ادا کیا ہے آج تک اور آئندہ کیا کریں گی اور اقوامِ متحدہ نے یا اس سے پہلے لیگ آف نیشنز (LEAGUE OF NATIONS) نے کیا کردار ادا کیا تھا اور ان کے آپس میں کیا رابطے ہیں اور یہود کے ساتھ ان کے کیا تعلقات ہیں اور کیوں وہ تعلقات ہیں۔ اِس میں مسلمانوں کی غلطیوں کا کہاں تک دخل ہے اور اِس سب تجزیے کے بعد میرا ارادہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے مطابق آپ کے سامنے وہ مشورے رکھوں گا جو الگ الگ قوموں کو مخاطب کر کے دُوں گا یعنی میرے نزدیک اس سارے مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد پھر وہ SOLUTION یا حل خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے۔ دراصل مرض کی تشخیص ہے جو سب سے اہم اور بنیادی چیز ہے اگر تشخیص درست ہو تو علاج تلاش کرنا مشکل کام نہیں رہتا۔ پس یہود کو بھی مشورہ دُوں گا، عیسائی قوموں کو بھی مشورہ دُوں گا، مسلمانوں کو بھی مشورہ دُوں گا اور تمام بنی نوع انسان کو بھی مشورہ دُوں گا کہ آئندہ اُن کو دائمی امن کی تلاش کے لئے کس قسم کی منصفانہ کارروائیاں کرنی چاہئیں۔

مسئلہ فلسطین کا پس منظر

بہرحال اب مَیں مختصراً آپ کے سامنے اس مسئلے کو جس کو فلسطین کا مسئلہ کہا جاتا ہے یا

مسلسل صفحہ ۲ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آجکل جسے ہم GULF WAR کے نام سے یاد کرتے ہیں اِس کا جو گہرا پس منظر تاریخی پس منظر ہے اُس کا مختصراً ذکر مَیں آپ کے سامنے کرتا ہوں۔

بالفور (BALFOUR) نے ۱۹۱۷ء میں جو یہود سے وعدہ کیا اُس کا مَیں ذکر کر چکا ہوں۔ اُس کے بعد ایک حیرت انگیز واقعہ ۱۹۲۲ء میں رُونما ہوا جبکہ لیگ آف نیشنز (LEAGUE OF NATIONS) نے ایک مینڈیٹ (MANDATE) کے ذریعے انگریزوں کو فلسطین کے علاقے کا نگران مقرر کیا اور اُس مینڈیٹ میں یہ بات داخل کی کہ بالفور نے جو یہود سے وعدہ کیا تھا اُسے پُورا کروانا اس نگران حکومت کا کام ہوگا۔ اب دُنیا کی تاریخ میں ایسا حیرت انگیز ناانصافی کا کوئی واقعہ اس سے پہلے کم ہوا ہوگا جو ناانصافی باقاعدہ قوموں کی ملی بھگت سے ہوئی ہے۔ لیگ آف نیشنز تو تمام دُنیا کی نمائندہ تھی یعنی کہا یہ جاتا تھا کہ سب دُنیا کی نمائندہ ہے اس کا یہ کام ہی نہیں تھا کہ انگریزوں کے کسی وزیر نے جو کسی یہودی لارڈ کو خط لکھا، راتھ چائلڈ (ROTHSCHILD) یا راتھ شیلڈ (ROTHSCHILD) نام ہے، اس کا تلفّظ مجھے یاد نہیں مگر وہ بہت بڑا بینکر (BANKER) تھا فرانس کا۔ اُس کو خط لکھا کہ ہماری کیبنٹ یہ وعدہ کرتی ہے تم سے، یہ سوچ رہی ہے، اس کو لیگ آف نیشنز کا حِصّہ بنالے۔ اور لیگ آف نیشنز کو یہ اختیار کس نے دیا تھا کہ وہ دُنیا کی قسمت بانٹتی پھرے اور جس قوم نے وہ وعدہ کیا تھا ان کے سپرد ہی اس علاقے کی نگرانی کر دی کہ اب جس طرح چاہو اس کو نافذ العمل کرو۔ اس پر عمل کرواؤ۔ ساتھ ہی ایک لاکھ یہود کو باہر سے لا کر آباد کرنے کا مینڈیٹ (MANDATE) بھی دیا۔ چنانچہ اس پر عمل شروع ہوا اور ۱۷ ارمئی ۱۹۳۹ء کو اگلی جنگ سے پہلے انگریزوں نے ایک وائٹ پیپر شائع کیا اُس وقت تک ایک لاکھ کی بجائے اس سے بہت زیادہ یہود اس علاقے میں آباد ہو چکے تھے۔

۱۹۳۹ء کے وائٹ پیپر کی رُو سے انگریزوں نے اپنی سابقہ پالیسی میں ایک تبدیلی پیدا کر لی اور یہ اُس وقت چیمبرلین کی حکومت تھی۔ چیمبرلین نے اس خیال کا اظہار کیا کہ اب جبکہ ہم دُوسری جنگ کے کنارے پر کھڑے ہیں اگر ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا پڑے کہ یہود کے خلاف فیصلہ کر کے اُن کو دشمن بنائیں یا عربوں کے خلاف فیصلہ کر کے ان کو دشمن بنائیں تو میری رائے یہ ہے کہ ہمیں یہود کے خلاف فیصلہ کرنا چاہئیے عربوں کے خلاف نہیں کرنا چاہئیے کیونکہ جنگِ عظیم ثانی سر پہ کھڑی تھی۔ پہلا فیصلہ پہلی جنگ کے بعد کا ہے۔ دوسرا فیصلہ دوسری جنگ سے پہلے کا ہے اور یہ فیصلہ سیاست پر مبنی تھا، حقیقت پر مبنی نہیں تھا۔

ہاں اس وائٹ پیپر میں باقاعدہ یہ اعلان کیا کہ انگریزی حکومت فلسطین میں یہودی حکومت قائم کرنے کے حق میں نہیں ہے اور ہم یہود کا یہ حق تسلیم نہیں کرتے کہ وہ فلسطین میں اپنی حکومت بنائیں۔ ساتھ ہی پچھتر ہزار (۷۵,۰۰۰) مزید یہودیوں کو باہر سے لا کر وہاں آباد کرنے کی اجازت دی گئی۔ ایک لاکھ پہ بات شروع ہوئی تھی جو ۷۵,۰۰۰ پر رُکی۔

اُس وقت اگر یہ دیانتدار تھے اپنے فیصلے میں تو لیگ آف نیشنز کو یہ مینڈیٹ واپس کر دینا چاہئیے تھا کہ ہمارے فیصلے کے مطابق ۱۹۱۷ء والے فیصلے کے مطابق اگر تم نے ہمیں مختار بنایا ہے کہ اس فیصلے پر عمل درآمد کرو اتنی تو اب حکومت اس فیصلے کے خلاف ہے اس لئے خود بخود مینڈیٹ ختم ہو جانا چاہئیے لیکن اس کی بجائے ان کو مزید کوٹہ عطا کیا گیا اور ۱۹۴۶ء میں یہ کوٹہ بڑھا کر ایک لاکھ کر دیا گیا۔ ۱۹۴۸ء میں جب یہ مینڈیٹ ختم ہوا تو یہود کی آبادی (۸۵,۰۰۰) پچاسی ہزار سے بڑھ کر، ہاں مینڈیٹ کے آغاز سے بھی پہلے یعنی ۱۹۱۹ء میں (مینڈیٹ تو ۱۹۲۲ء کا ہے) اس وقت کی آبادی ۸۵ ہزار بیان کی جاتی تھی، اس میں بہت سے اختلافات ہیں، بہت لمبی چھان بین کرنی پڑی لیکن غالباً پچاسی ہزار کی آبادی دُرست ہے اور ۱۹۴۷ء تک جب یونائیٹڈ نیشنز (اقوامِ متحدہ) نے مینڈیٹ کے ختم ہونے کے قریب آکر یہ اعلان کیا کہ فلسطین کی پارٹیشن کر دی جائے، تقسیم کر دی جائے اور ایک یہودی سٹیٹ قائم کر دی جائے اور ایک مسلمان عرب سٹیٹ قائم کر دی جائے۔ اُس وقت تک یہ آبادی بڑھ کر سات لاکھ ہو چکی تھی اور اُس وقت بعض اعداد و شمار کے مطابق عربوں کی کل آبادی بیس لاکھ تھی۔ پس نسبت ایک اور تین کی تھی۔ سات لاکھ ہونا نہیں چاہئیے تھا اگر مینڈیٹس کو دیکھا جائے تو اتنی آبادی ہو ہی نہیں سکتی۔ مزید تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ بہت بھاری تعداد میں یہود وہاں سمگل کئے جاتے تھے اور برٹش حکومت کی بعض موقعوں پر جائز کوششوں کے باوجود کہ یہ سلسلہ بند ہو، یہ سلسلہ جاری رہا اور جب بھی برٹش حکومت نے اس کو روکنے کی کوشش کی اُن کے خلاف بغاوت ہوئی اور انتقامی کارروائی یہود کی طرف سے کی گئی۔ بہرحال نسبت سات اور بیس کی بیان کی جاتی ہے جس پر یونائیٹڈ نیشنز یہ فیصلہ کرنے بیٹھی کہ تقسیم کے نتیجے میں کتنا علاقہ یہود کو دیا جائے اور کتنا مسلمانوں کو۔ فیصلہ یہ کیا گیا کہ چھپن فیصد (۵۶٪) رقبہ فلسطین کا یہود کے سپرد کر دیا جائے باقی چوالیس فیصدی (۴۴٪) میں سے جو علاقہ یروشلم کا ہے وہ بین الاقوامی نگرانی میں رہے کیونکہ مقاماتِ مقدسہ ہیں جن کا تعلق یہود سے بھی ہے عیسائیوں سے بھی ہے اور مسلمانوں سے بھی اور باقی جو بچا کھچا رقبہ تھا وہ عرب مسلمانوں کے سپرد نہیں کیا گیا، عرب مسلمانوں کو دینا تھا۔ اس فیصلے میں یہ قطعی طور پر اعلان کیا گیا کہ دونوں علاقوں میں دونوں کی باقاعدہ حکومت قائم کروانے کے سلسلے میں برٹش گورنمنٹ یونائیٹڈ نیشنز سے تعاون کرے اور اُن کی قائم کردہ نمائندہ کمیٹی اس کام کو انگریزی حکومت کے تعاون سے پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ عملاً یہ ہوا کہ انگریزی حکومت نے تعاون کرنے سے کلیۃً انکار کر دیا جس کے نتیجے میں جہاں تک مسلمان تھے ان کو منظم کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اُن میں بے چینی تھی، افراتفری تھی اور کوئی ایسا ادارہ نہیں تھا جو باقاعدہ اُن کی وہاں حکومت بنواتا۔ اور جہاں تک یہود کا تعلق ہے یہاں دو قسم کے ادارے قائم ہوئے ایک تو میناخم بگین (MENACHEM BEGIN) کی قیادت میں ۱۹۴۸ء سے پہلے سے ہی بہت مضبوط (دہشت پسند تنظیم) TERRORIST ORGANISATOIN قائم کر دی گئی تھی جو انگریزوں کے خلاف بھی (تشدّد TERROR) استعمال کر رہی تھی اور عربوں کے خلاف بھی تشدّد استعمال کر رہی تھی اور دوسرے ڈیوڈ بینگورین (DAVID BEN-GURION) کی قیادت میں امریکہ سے کثرت سے اسلحہ یہود کو مہیّا کیا جا رہا تھا اور یہاں تین چار قسم کی (تنظیمیں) ORGANISATIONS قائم کر دی گئی تھیں جو منظم طریق پر نہ صرف اپنے علاقے کا دفاع کریں اور یہاں حکومت قائم کریں بلکہ اور بھی کچھ علاقہ عربوں سے ہتھیائیں۔ چنانچہ یہ جو ۱۹۴۸ء سے ۱۹۴۹ء تک کا ڈیڑھ سال کے قریب کا عرصہ ہے اس عرصے میں عربوں اور یہود کی جھڑپ ہوتی رہی، اس میں اردگرد کی عرب ریاستوں نے بھی حِصّہ لیا اور غیر رسمی جنگوں کا آغاز ہوا یعنی باقاعدہ حکومتوں کی طرف سے اسرائیل کے خلاف جنگ کا آغاز نہیں ہوا بلکہ وہ عربوں کی مدد کرتے رہے ہیں لیکن اُس کے بعد جب ۱۹۴۹ء میں سیز فائر ہوا ہے یعنی آپس میں TRUCE ہوئی اور صُلح قائم کروائی گئی تو چھپن فیصد (۵۶٪) سے بڑھ کر یہود کے قبضہ میں پچھتر فیصد (۷۵٪) علاقہ جا چکا تھا۔ یہ تو ہے یونائیٹڈ نیشنز کا کردار اور انگلستان کا کردار اور امریکہ کا کردار۔ یہ بہت بڑی تفصیلات ہیں جن کے سب حوالے میرے پاس ہیں لیکن مَیں اپنے خطبوں کو اسی بحث میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا اور اُلجھانا نہیں چاہتا۔ خلاصہ یہی ہے کہ عالمی سازش کے نتیجے میں جس میں لیگ آف نیشنز نے اور یونائیٹڈ نیشنز نے بھرپور حِصّہ لیا اور سب سے اہم کردار انگلستان نے اور امریکہ نے ادا کیا۔ یہود کی ایک ایسی ریاست فلسطین میں قائم کر دی گئی جو انصاف کی کسوٹی پر کسی پہلو سے بھی قائم نہیں کی جا سکتی تھی۔ بین الاقوامی قوانین کی رُو سے، بین الاقوامی یونائیٹڈ نیشنز کی روایات اور چارٹر کے نتیجے میں اس کا پہلا قدم ہی نہیں اُٹھایا جا سکتا تھا مگر اُٹھایا گیا۔

ایران کے خلاف مغربی طاقتوں کی کارروائی

اور اس کے بعد پھر جنگوں کا آغاز شروع ہوتا ہے۔ اس علاقے میں دو قسم کی جنگیں لڑی گئی ہیں۔ یا دو قسم کی کارروائیاں کی گئی ہیں۔ ایک مغربی مفادات کے تحفّظ کی خاطر بین الاقوامی مفادات کے نام پر کارروائیاں کی گئیں۔ کہا یہ گیا کہ یہ بین الاقوامی مفادات ہیں جن کی خاطر ہم یہ کرتے ہیں اور کُھلم کُھلا مغربی تحفّظات تھے۔ ان میں سب سے زیادہ اہم کردار انگلستان نے اور فرانس نے ادا کیا اور امریکہ ہمیشہ ان کے ساتھ شامل رہا۔ پہلی مفادات کی کارروائی ایران کے خلاف ہوئی۔ ۱۹۵۰ء میں ایران کی پارلیمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمارے تیل کی دولت سے متعلق جو بیرونی دُنیا کی لالچ اور دخل اندازی کے ارادے ہیں اُن کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ایک فیصلہ ہم یہ کرتے ہیں کہ ایران کے شمالی حِصّے کے تیل کے چشموں پر روس کے دخل کی پیشکش کو ردّ کر دیا جائے یعنی الفاظ پُوری طرح شاید بات واضح نہیں کر سکے مراد یہ ہے کہ روس نے ایک پیشکش کی تھی کہ جس طرح (BRITISH IRANIAN OIL COMPANY) برٹش ایرانین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آئل کمپنی کو تم نے اپنے جنوبی حصے میں تیل کے چشموں سے استفادے کی اجازت دی ہوئی ہے اور تمہارے ساتھ سمجھوتے کے ساتھ وہ تمہاری خاطر بظاہر تیل نکال رہے ہیں اور اپنے فائدے اٹھا رہے ہیں ہمیں بھی اجازت دو تو انہوں نے کہا روس کو شمالی حصے میں دخل کی اجازت نہیں دی جائے گی اور دوسرا یہ فیصلہ کیا کہ برٹش ایرینین آئل کمپنی سے ہم اپنے معاہدے کو وقتاً فوقتاً زیر نظر لاتے رہیں گے اور آئندہ اس معاہدے پر نظر ثانی ۱۹۵۱ء میں ہوگی۔ ۵۰ء کے اس فیصلے پر امریکہ میں فتح کے خوب شادیانے بجائے گئے۔ اور امریکی حکومت نے اس کو بڑا سراہا کیونکہ اس کی نظر اس وقت روس کے خلاف فیصلے پر رہی۔ لیکن ۱۹۵۱ء میں جب برٹش ایرینین آئل کمپنی کے ساتھ معاہدے پر نظر ثانی کا مسئلہ پارلیمنٹ میں پیش ہو رہا تھا تو برٹش ایرینین آئل کمپنی کی اتنی بڑی طاقت تھی کہ امریکہ یا خود انگریزوں کو یہ وہم بھی نہیں آسکتا تھا کہ ہماری مرضی کے خلاف اس معاہدے میں جو ایرینین آئل کمپنی اور حکومت کے درمیان تھا کوئی ردّوبدل کر دیا جائے گا۔ برٹش ایرینین آئل کمپنی کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ جو یہ رقم ٹیکس کے طور پر یا معاہدے کے نتیجے میں ایرانی حکومت کے حصے کے طور پر ایرانی حکومت کو دیتے تھے وہ تمام ایرانی بجٹ کا نصف تھا اور جو وہ برٹش ایرینین آئل کمپنی کے مالک ٹیکس کے طور پر انگریزوں کو دیتے تھے وہ اس سے بہت زیادہ رقم تھی اور جو منافع وہ خود رکھتے تھے وہ اس سے دس گنا زیادہ تھا یعنی کم از کم پانچ ایران کی کل اجتماعی دولت یہ برٹش آئل کمپنی سالانہ کما رہی تھی اس لئے یہ وہم بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اس کے خلاف کچھ ہو سکتا ہے چنانچہ جب اسمبلی کے سامنے یہ بحث پیش ہونے لگی تو ایرانی وزیراعظم کو انہوں نے خریدا ہوا تھا یا جس طرح بھی انہوں نے اس کو اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا، اُس نے ایک رپورٹ پیش کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ برٹش ایرینین آئل کمپنی کو قومیانے کا فیصلہ ایرانی مفاد کے سخت خلاف ہوگا۔ اس پر ایک دم پارلیمنٹ میں اس کی مخالفت کا شور اٹھا اور دوسرے دن یا تھوڑی دیر کے بعد ہی اُسے نماز پڑھتے ہوئے گولی مار دی گئی اور نئے وزیراعظم کے طور پر ڈاکٹر مصدق کا انتخاب ہوا۔ ڈاکٹر مصدق چونکہ پوری طرح ایرانی مفادات کے وفادار تھے اس لئے اُس وقت سے پھر جنگ کی گھنٹی بجا دی گئی۔ سب سے پہلے تو انگریزوں نے امریکہ سے رابطہ پیدا کیا اور اُس سے بھی پہلے انہوں نے مارشس میں مقیم اپنے ہوائی جہازوں کے ذریعے جو فوج منتقل کر دی جاتی ہے ایئر بورن ڈویژن (AIR BORNE DIVISION) اُس کو حکم دیا کہ وہ ایران پر حملہ کرنے کے لئے تیار رہیں لیکن امریکہ نے سمجھایا کہ یہ طریق نہیں ہے اور طریق سے اس کو طے کریں گے۔ اُس کے بعد امریکہ پر انہوں نے دباؤ ڈالا کہ ایک سازش تیار کی جائے جو برٹش آئی ایس آئی (ISI) اور امریکہ سی آئی اے (CIA) مل کے کریں جسے مخفی طور پر منظور کر لیا گیا اور انگلستان میں آئی ایس آئی کے نمائندے مسٹر سن کلیئر جو انگریزوں کی طرف سے آئی ایس آئی کے سربراہ تھے اور سی آئی اے کے نمائندہ کم رُوز ویلٹ ان کے درمیان ایک منصوبہ طے ہوا لیکن اس عرصے میں امریکہ نے اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کر کے تمام دُنیا میں ایرینین آئل کا بائیکاٹ کروا دیا چونکہ بجٹ کی کل آمد کا نصف آئل کمپنی سے ملا کرتا تھا جب تیل کی فروخت بند ہو گئی تو بڑا شدید مالی بحران ایران میں پیدا ہوا۔ ڈاکٹر مصدق نے ۵۲ء کے وسط میں امریکہ کے صدر سے درخواست کی کہ عارضی طور پر ہمیں مالی مدد دی جائے تاکہ ہم اس بحران پر قابو پا لیں، بعد میں معاملہ طے ہو جائے گا تو ہم آپ کو پیسے واپس کر دیں گے تو امریکی صدر نے اس کا جواب دیا کہ امریکن ٹیکس پیئر (TAX PAYER) کے مفادات کے مخالف یہ بات ہے کہ ایران جب خود پیسے حاصل کر سکتا ہے تو ہم اپنے ٹیکس کے پیسے اُن کی طرف منتقل کریں۔ آپ کے پاس سیدھی سادی راہ ہے برٹش ایرینین کمپنی کی بات مان جائیں اور اُن سے پیسے لے لیں وہ تو پیسے دینے کے لئے تیار ہیں۔ اس پر ڈاکٹر مصدق سمجھ گئے کہ ان کی نیتیں ٹھیک نہیں ہیں لیکن کچھ کر نہیں سکتے تھے جب امریکی صدر نے ڈاکٹر مصدق کو یہ جواب دیا ہے تو اس سے چار دن پہلے سی آئی اے اور آئی ایس آئی کی سکیم مکمل ہو کر امریکن حکومت کی توثیق حاصل کر چکی تھی اور پریذیڈنٹ نے اس پر دستخط کر دیئے تھے کہ ایران کے خلاف یہ کارروائی کی جائے وہ کارروائی تو بہت لمبی چوڑی ہے لیکن خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ایرینین پولیس اور ایرینین فوج پر انہوں نے قبضہ کیا جو ان کا طریق ہے فوجی انقلاب برپا کرنے کا اور مختلف اداروں کے سربراہوں کو خرید لینا یا جس طرح بھی ہو اپنے ساتھ ملا لینا چنانچہ اس کام کو کم رُوز ویلٹ نے ادا کیا اور اس کے بعد کم روز ویلٹ کو امریکہ میں اتنا بڑا میڈل عطا کیا گیا ہے جو شاذ ہی کسی ہیرو کو اس طرح عطا کیا جاتا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ایران کے بادشاہ اور ایران کے وزیراعظم کے درمیان آپس میں پہلے چپقلش ہوئی اور اختیارات کی کھینچا تانی ہوئی۔ ایران کے وزیراعظم ڈاکٹر مصدق خود افواج کے سربراہ بن گئے۔ ایران کے وزیراعظم نے یہ فیصلہ کیا کہ پولیس کا سربراہ بھی میں ہی مقرر کروں گا اور فوج کا کمانڈر انچیف تو خود بن گئے تھے جو چیف آف سٹاف کہنا چاہیئے وہ بھی میں ہی مقرر کروں گا اور اس کی نشاندہی بھی انہوں نے کر دی لیکن پولیس کے ہونے والے سربراہ نے فخریہ طور پر یہ ذکر کیا کہ جتنے بھی برٹش ایجنٹس یہاں ایران میں موجود ہیں ان سب کی فہرست یہاں میرے پاس ہے۔ دل پہ ہاتھ مار کے اس نے کہا، اور دوسرے دن وہ قتل کر دیا گیا۔ اور جب ڈاکٹر مصدق کو شاہ آف ایران نے آخر ڈسمس کیا (جب یہ تیاری مکمل ہو چکی تھی تو اس کے بعد ان کو معزول کیا گیا) تو جو مظاہرے ان کے حق میں ہوئے اس کے مقابل پر ایک باقاعدہ مقابل پر مظاہرہ کرنے والی فوج تیار کی گئی تھی۔ عوام میں سے خرید کر، ان کو مسلح بھی کیا گیا تھا غالباً چھ ہزار ان کی تعداد تھی۔ وہ چونکہ باقاعدہ مسلح تھے اور تربیت یافتہ تھے انہوں نے ان مظاہروں پر کسی حد تک قابو پایا لیکن وہ مظاہرے اتنے شدید تھے اور اتنے پھیل گئے کہ جیسا کہ ایسے موقع پر پہلے سے ہی پتہ ہوتا ہے کہ فوج پھر دخل دے گی۔ دو لاکھ فوج شاہ کی حمایت میں میدان میں کود گئی اور پہلے سے فیصلے کے مطابق شاہ آف ایران کو جو امریکی اور انگلستانی غلامی کی ایک کامل تصویر تھے ان کو ایران پر ہمیشہ کے لئے یا جب تک وہ بدانجام کو نہیں پہنچ گئے مسلط کر دیا گیا۔ ایک یہ کارروائی ہے جو ہمیں اس پس منظر میں پیش نظر رکھنی چاہیئے۔

مصر کے خلاف مغربی ملکوں کی کارروائی

دوسری کارروائی ۱۹۵۶ء میں ہوئی جبکہ (مصر) EGYPT کے صدر ناصر نے نہر سویز کو قومیانے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے کا پس منظر یہ ہے کہ اسوان ڈیم کے سلسلہ میں امریکہ نے صدر ناصر سے کچھ وعدے کئے تھے کہ ہم اس کے پیسے مہیا کریں گے۔ صدر ناصر کے رجحانات چونکہ روس کی طرف تھے اور بار بار کے سمجھانے کے باوجود اسرائیل کے خلاف ان کے تشدد میں کمی نہیں آ رہی تھی اس لئے ان کو سبق دینے کے لئے امریکی حکومت نے وہ وعدہ واپس لے لیا۔ اسوان ڈیم اس وقت تک مصر کی زندگی کے لئے سب سے اہم منصوبہ بن چکی تھی کیونکہ مصر کی اقتصادی زندگی اور زرعی پیداوار کے لئے اسوان ڈیم نے بہت ہی اہم کردار آئندہ ادا کرنا تھا اس کے بغیر مصر خوراک وغیرہ میں اور بہت سی دوسری اقتصادی چیزوں میں خود کفیل نہیں ہو سکتا تھا اور منصوبہ اس حد تک آگے بڑھ چکا تھا کہ اس وقت اس کا رکنا مصر قبول نہیں کر سکتا تھا تو مصر نے اپنے فنانس حاصل کرنے کے لئے یعنی اس کے اخراجات پورے کرنے کی خاطر نہر سویز کو قومیا لیا۔ نہر سویز پر اس وقت تک انگریزوں اور فرانس کا تسلط تھا کیونکہ اس کمپنی کے فیصلہ کن (حصص) SHARES ان کے پاس تھے چنانچہ پھر انگلستان نے اس کے متعلق ایک منصوبہ بنایا تاکہ ناصر کو اور مصر کو اس بات کی سزا دی جائے کہ وہ ہمارے مفادات پر حملہ کرے اور منصوبہ بڑا بھونڈا سا، بچوں والا منصوبہ ہے لیکن تھا بہت خوفناک۔ اسرائیل کو آمادہ کیا گیا کہ وہ حملہ کرے مصر پر اور نہر سویز تک پہنچ جائے اور چونکہ یہ اچانک بغیر اطلاع کے حملہ ہوگا اور مصر کے پاس کوئی ایسی دفاعی فوج نہیں تھی کہ اس حملے کا مقابلہ کر سکتا اس لئے آناً فاناً کامیاب ہونے والا حملہ تھا۔ اس کے بعد انگریز اور فرانسیسی دونوں اسرائیل کو اور مصر کو حکم دیں کہ دونوں اپنی اپنی فوجیں نہر سویز سے دُور دُور تک پیچھے ہٹا لو۔ امن کی خاطر ہم دخل دینے لگے ہیں۔ چنانچہ یہی ہوا۔ آناً فاناً اسرائیل کی فوجیں نہر سویز کے کنارے تک پہنچ گئیں اور دوسرے ہی دن انگریزوں اور فرانسیسیوں کی طرف سے ایک حکم نامہ جاری ہوا۔ کہ چونکہ تم دونوں قومیں وہاں لڑ رہے ہو اور عالمی امن کو خطرہ لاحق ہو رہا ہے اس لئے ہم حکم دیتے ہیں کہ دونوں اپنی اپنی فوجیں نہر سویز سے اتنی اتنی دور ہٹا لو۔ اسرائیل نے اس پر فوراً عمل شروع کر دیا جیسا کہ فیصلہ تھا۔ مصر نے کہا کہ یہ ہمارا ملک ہے ہماری نہر ہے۔ ہم اپنے ملک سے کیوں فوجیں ہٹائیں یہ کونسی منطق ہے۔ حملہ آور نے ہٹا لیں بس کافی ہے۔ اس پر پھر ان دونوں قوموں نے مل کر حملہ کیا یہ ۵۶ء کا واقعہ ہے اور اس جنگ میں جو انگریزوں نے کردار ادا کیا ہے اس پر NUTTING جو اس وقت فارن سیکرٹری تھے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی اس جنگ کے حالات پر اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جو طرز عمل انگلستان نے صدر ناصر کے خلاف اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مصر کے خلاف اختیار کی بعینہ وہی طرز عمل آج صدر بش صدر صدام اور عراق کے خلاف اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یوں لگتا ہے جس طرح وہ کاربن کاپی ہے ان حالات کی جو اب رونما ہو رہے ہیں اسی طرح صدر ناصر کے خلاف کردار کشی کی بڑی خطرناک مہم چلائی گئی اسی طرح یہ کہا گیا کہ ہم عالمی مفادات کے تحفظ کی خاطر، عالمی مفادات کی نمائندگی میں یہ کارروائی کر رہے ہیں جس طرح کی زبان صدر بش نے صدام کے متعلق استعمال کی کہ میں تو وہ گندے الفاظ پورے استعمال بھی نہیں کر سکتا لیکن یہ تھا کہ کک کرکے اس کو، مار کے، پیچھے سے کک کرکے باہر نکالو۔ جو کتاب میں بیان کر رہا ہوں اس کا حوالہ میرے پاس ہے۔ مگر اس وقت سامنے نہیں ہے۔ بہرحال اس میں وہ لکھتے ہیں کہ مقصد اس جنگ کا یہ تھا کہ "TO KICK NASSER OUT OF HIS PERCH" یا ملتے جلتے الفاظ تھے کہ ناصر کو ٹھڈا مار کے۔ جس طرح وہ پرندے شاخ پر بیٹھے ہوتے ہیں کسی جگہ پر۔ اس کی بیٹھنے والی جگہ سے اڑا کر باہر مارو۔ یہ جنگ کا اصل مقصد تھا جو فیصلہ ہو چکا تھا جس طرح اس وقت یہ کہا جا رہا ہے بعض مبصرین کی طرف سے کہ دراصل یہ جنگ جرنل بش کی انا کے کچلنے کے نتیجے میں پیدا ہو رہی ہے اگرچہ یہ درست نہیں ہے۔ صدر بش کی انا کا دخل ضرور رہا ہے مگر مقصد ہرگز یہ نہیں تھا لیکن اس زمانے میں انتھونی ایڈن کے متعلق بھی ان کے اس وقت کے فارن سیکرٹری نے اپنی کتاب میں لکھا کہ انتھونی ایڈن کے متعلق یہ تاثر پیدا ہوتا تھا کہ اس نے یہ جنگ ناصر کو اس جرم کی سزا دینے کے لئے شروع کی ہے کہ مصر کے ایک کرنیل کی مجال کیا ہے کہ دولت عظمیٰ برطانیہ کے وزیر اعظم کو DEFY کرے (مخالفت کرے) اور اس کے مقابل پر اس طرح سربلندی کا مظاہرہ کرے بالکل یہی تجزیہ آج بش کے متعلق بعض مبصرین کی طرف سے پیش کیا جا رہا ہے۔ تو عملاً یہ ایک قسم کا ۱۹۵۶ء کی جنگ کا اعادہ ہے علاوہ تیل کے مفادات اب ہیں۔ اس وقت سویز کے مفادات تھے اور یہودی شرکت کی بجائے اب امریکن شرکت ہے۔ پس اس جنگ میں دراصل وہی تین طاقتیں نمایاں ہیں جو پہلے تھیں انگلستان۔ فرانس اور یہود۔ لیکن فرق صرف یہ پڑا ہے کہ یہود کی نمائندگی امریکہ نے کی ہے اور وہ پس منظر میں رہا ہے۔ اسے پس منظر میں رکھا گیا ہے۔

مفادات کی تیسری جنگ

ایک عجیب بات یہ ہے اب کہ جب مینڈیٹ اختتام کو پہنچا۔ یہ مینڈیٹ والا حصہ غالباً میں بیان کر چکا ہوں۔ اس لئے اس کو اس حصے کے ساتھ ملا کر سمجھنے کی کوشش کریں مینڈیٹ جب ۱۹۴۸ء کو اختتام کو پہنچا تو انگریزوں نے جس طرح وہاں سے انخلاء کیا ہے اس کی کوئی مثال اور دکھائی نہیں دیتی۔ جب انہوں نے ہندوستان کو چھوڑا ہے تو اس وقت باقاعدہ اس بات کی تسلی کر لی گئی تھی کہ باقاعدہ (خط امتیاز) DEMARCATION LINE ہو۔ وہ خطے جو دو ملکوں میں تبدیل ہونے والے ہیں ان کے درمیان واضح تقسیم ہو۔ باقاعدہ حکومتیں قائم ہوں۔ لیکن انگلستان نے اپنے ملک چھوڑنے کے آخری دن تک ایسی کوئی کارروائی نہ خود کی، نہ یونائیٹڈ نیشنز کو کرنے دی اور ساڑھے گیارہ بجے ان کے جہاز سب کچھ پیک کرکے فلسطین سے رخصت ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ اور مینڈیٹ کے عطا کردہ اختیارات کے نتیجے میں برٹش تسلط کی جو حدود تھیں وہ سمندر میں جہاں تھیں عین بارہ بجے وہاں پہنچ کر انہوں نے رخصت کا بگل بجایا اور اس ملک کو اس طرح چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ بھی ایک بہت ہی ظالمانہ کارروائی تھی جس کا سب سے زیادہ نقصان فلسطینیوں کو پہنچا۔ بہرحال مفادات کی یہ دو جنگیں ہیں جو مفادات کے نام پر لڑی گئیں اور آج کی تیسری جنگ بھی مفادات کی جنگ ہے جس میں یہود بھی ایک کردار کے طور پر کھیل میں شامل ہیں۔ اگرچہ یہود کو پس منظر میں رکھا گیا ہے اور امریکہ نے یہود کی نمائندگی لے لی ہے۔ دوسری قسم کی جنگیں مشرق وسطی میں یہود کی توسیع پسندی کی جنگیں کہلا سکتی ہیں ۴۸، ۴۹ میں جو توسیع پسندی کی لڑائیاں ہوئیں اس میں سارا الزام فلسطینیوں پر عائد کیا جاتا ہے اور اردگرد کی مسلمان حکومتوں پر عائد کیا جاتا ہے کہ وہ حملے کرتی تھیں اس لئے یہود کو جوابی کارروائی کرنی پڑتی تھی اور مجبوراً اپنا علاقہ وسیع تر کرنا پڑا لیکن اس کے بعد ۱۹۵۶ء میں جو یہود نے جارحانہ جنگ لڑی ہے یا اسرائیل نے جارحانہ جنگ لڑی ہے اس کا کسی قسم کا کوئی جواز نہیں۔ وہ خالصتہً توسیع پسندی کی جنگ تھی اور انتہائی ہولناک جنگ تھی چند دن کے اندر اندر انہوں نے مصر اور شام اور اردن کی طاقتوں کو کچل کے رکھ دیا اور اپنے علاقے کو اتنا وسیع کر لیا کہ جو علاقہ ان کو مینڈیٹ نے عطا کیا تھا اس سے کئی گنا زیادہ بڑھ چکا تھا۔ خلاصۃً میں آپ کے سامنے یہودی علاقے کی توسیع کا معاملہ رکھتا ہوں اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ کس حد تک یہود نے اپنے علاقے میں توسیع کی ہے اور کرتے چلے جا رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے ۱۹۲۷ء کی غالباً بات ہے کہ انگریزوں نے ۱۹۱۷ء کے بالفور ریزولیوشن کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعداد و شمار میں پہلی دفعہ یہ بات کی کہ یہود کی حکومت کو کتنا علاقہ دینا چاہیئے۔ چنانچہ اس فیصلے کی رو سے پانچ ہزار کلومیٹر کا علاقہ یہود کو دیا جانا چاہیئے تھا ۱۹۴۷ء کے آخر میں جو فیصلہ یونائیٹڈ نیشنز نے کیا اس میں ۵۰۰۰ کی بجائے بیس ہزار کلومیٹر کا رقبہ ان کو دیا گیا۔ کچھ رقبہ دو سال کے عرصہ میں بڑھ گیا جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں اور ۱۹۵۶ء کی جنگ کے آخر پر یہود کے قبضے میں رقبہ اٹھاسی ہزار کلومیٹر ہو چکا تھا۔ اس سے آپ اندازہ کریں کہ جو بات پانچ ہزار سے شروع ہوئی تھی کہاں تک پہنچی ہے۔ آخری جنگ جو اس علاقے میں موجودہ جنگ سے پہلے لڑی گئی وہ یوم کپور کی جنگ کہلاتی ہے۔ یوم کپور کی جنگ کو یہ مسلمانوں کی طرف سے عرب ممالک کی طرف سے جارحانہ جنگ قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ بات درست نہیں۔

سن سڑسٹھ اور سن تہتر کی جنگیں

واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۶۷ء کی جنگ شاید میں ۱۹۵۶ء کی کہہ چکا ہوں اگر کہا ہے تو غلط ہے۔ سڑسٹھ کی، SIXTY SEVEN، کی جنگ جو چھپن کی جنگ کے گیارہ سال بعد لڑی گئی تھی۔ یہ یہود کی جارحانہ جنگ تھی جس کے نتیجے میں یہ سارا علاقہ ان کے قبضے میں آیا۔ جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ اٹھاسی ہزار کلومیٹر سے زیادہ رقبہ۔ اس کے بعد ۱۹۷۳ء میں یوم کپور کی جنگ ہوئی۔ یوم کپور یہود کا ایک مقدس دن ہے اس دن اچانک اسرائیل پر شام اور اردن کی طرف سے مشترکہ طور پر حملہ کیا گیا۔ بیان یہ کیا جاتا ہے کہ یہ جنگ خالصتہً عربوں کی جارحانہ جنگ تھی جس میں یہود بالکل بے قصور تھے یہ بات درست نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد یونائیٹڈ نیشنز نے اور یونائیٹڈ نیشنز کی سیکیورٹی کونسل نے ایک ریزولیوشن پاس کیا جس کا نمبر ہے ۲۴۲۔ اس ریزولیوشن کے نتیجے میں انہوں نے اسرائیل کی جارحانہ جنگ کی مذمت کرتے ہوئے متفقہ طور پر حکم دیا کہ اسرائیل اپنی فوجوں کو ان تمام علاقوں سے پیچھے ہٹا لے جو اس جنگ کے نتیجے میں اس کے ہاتھ میں آئے ہیں اور ساتھ ہی یہ شوشہ بھی اس ریزولیوشن میں چھوڑ دیا گیا جس طرح برٹش اور (مغربی سفارت کاری) WESTERN DIPLOMACY کا طریق ہے کہ جب اس فیصلے پر عملدرآمد کا وقت ہو تو کچھ اور بحثیں ساتھ چھڑ جائیں اس میں شوشہ بھی ساتھ رکھا گیا کہ اس علاقے کی سب حکومتوں کا حق ہے کہ ان کے امن کا تحفظ ہو اور ان کی ایسی شکل ہو جغرافیائی طور پر کہ گویا ان کے امن کو خطرہ نہ پیش آئے۔ مطلب یہ تھا کہ اس بہانے جب بھی اس فیصلے پر عمل درآمد کا وقت آئے گا تو یہ کہا جائے گا کہ یہود کی بقا کا تقاضا ہے یا اسرائیل کی بقا کا تقاضا ہے کہ علاقے میں اتنا ردو بدل کرو اور ترمیم کرو۔ مگر اس کے کسی پہلو پر بھی عمل درآمد نہیں ہوا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یونائیٹڈ نیشنز کے فیصلے کو نافذ کرنے کے لئے امریکہ اور اس کے تمام الائیز کو یہ حق حاصل ہے کہ عراق پر حملہ کر دیں تو جن کا اپنا علاقہ تھا (یہ کویت تو ان کا اپنا علاقہ نہیں تھا جس کی خاطر یہ حملہ کیا گیا ہے) جن قوموں کا اپنا علاقہ تھا وہ سالہا سال تک صبر کرتی رہیں۔ یہ یونائیٹڈ نیشنز کے فیصلے پر کسی نے عملدرآمد نہیں کروایا۔ ان کا حق تھا کہ اس علاقے کو لینے کی خاطر وہ فوجی کارروائی کریں پس اس کو جارحانہ کارروائی کہنا جارحیت ہے بڑا ظلم ہے۔ یہ ایک مظلوم، کمزور قوم کی ایک کوشش تھی کہ یونائیٹڈ نیشنز کے فیصلے پر اگر کوئی اور عمل درآمد نہیں کرواتا تو ہم خود کوشش کر دیکھیں۔ پس یہ ہے وہاں کی جنگوں کی تاریخ اور اس میں یہ سب قومیں اب تک جو رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں وہ آپ کے سامنے ہے

اسرائیل کو جارحیت کی کھلی چھٹی

موجودہ جنگ میں جو باتیں کھل کر سامنے آئی ہیں ان کی تفصیل میں جانے کا وقت نہیں مگر آپ کی یاد داشت میں وہ تازہ ہوں گی۔ خلاصہ ان سب باتوں کا یہ نکلتا ہے (مقاصد کے متعلق میں بعد میں بات کروں گا لیکن خلاصہ اس کا یہ ہے کہ) اسرائیل کو اس تمام پس منظر کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ قومیں یہ حق دیتی ہیں کہ وہ جب چاہے، جس ملک کے خلاف چاہے جارحانہ کارروائی کرے اور جارحانہ کارروائی کے نتیجے میں جو علاقے وہ ہتھیائے گا اس کے متعلق اگر یونائیٹڈ نیشنز یا سیکیورٹی کونسل فیصلہ بھی کر دیں گی کہ ان علاقوں سے دستبردار ہو جائے تو اسرائیل کو حق حاصل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے کہ دستبردار نہ ہو اور کسی دوسرے ملک کو یہ حق حاصل نہیں خواہ وہ مظلوم ملک ہو کہ یونائیٹڈ نیشنز کے اس فیصلے کی تعمیل میں اسرائیل سے وہ علاقہ چھیننے کی کوشش کرے۔ یہ تحفظ حاصل ہے۔ اس دوران ایک بات کا میں نے ذکر نہیں کیا کہ ۱۹۴۷ء سے لے کر ۴۹ء تک اسرائیل نے جدید دور میں متشددانہ کارروائیوں یعنی TERRORIST کا آغاز کیا اور مناخم بیگن MENACHEM BEGIN اس کے موجد ہیں اور ان دہشت پسندی کی کارروائیوں کے نتیجے میں ایک برٹش ڈپٹی گورنر تھے۔ غالباً وہ بھی قتل کئے گئے۔

کنگ ڈیوڈ ہوٹل کو بارود سے اڑا دیا گیا جس کے نتیجے میں ایک سو سے زائد آدمی مرے اور بے شمار تباہی پھیلی۔ فلسطینیوں پر حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں تین ہزار فلسطینی مرد، عورتیں اور بچے ذبح کئے گئے۔ اور بار بار انگریزی حکومت سے بھی تصادم کیا گیا وجہ یہ تھی کہ اس وقت لیبر (LABOUR) حکومت تھی اور لیبر حکومت کے مسٹر بیون (MR. BAVIN) جو فارن سیکرٹری تھے وہ اس بات کے قائل تھے کہ مسلمان مظلوم ہیں اور یہود زیادتی کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ہر کوشش کی کہ یہود کا ناجائز داخلہ فلسطین میں بند کیا جائے چنانچہ ایک جہاز جس میں چار ہزار سے زائد یہود مہاجرین خلاف قانون فلسطین میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے، مسٹر بیون کے حکم پر انگریزی فوج نے اس کا تعاقب کیا اور اس جہاز کو پکڑا اور واپس جرمنی پہنچا دیا۔ اس پر تمام جرنلسٹ دنیا نے اتنا شدید احتجاج کیا اور بیون کو گالیاں دیں کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ ایک حکومت کے سپرد امانت کی گئی ہے کہ اس علاقے کو امانتاً اپنے پاس رکھو اور امانت کی شرائط میں یہ بات داخل کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ باہر سے یہود اس میں داخل نہیں ہوں گے اور اس پر عمل کروانے کے نتیجے میں جو ردعمل دکھایا جاتا ہے برٹش جرنلزم کی طرف سے وہ حیرت انگیز ہے۔

ایک صاحب نے جنہوں نے کتاب لکھی ہے "MAKING OF ISRAEL" (میکنگ آف اسرائیل) ان کا نام غالباً جیمز[1] کچھ ہے وہ یہ لکھتے ہیں کہ اتنا بھیانک ظلم! آپ سوچیں کہ ان چار ہزار یہودیوں کو جرمنی کی بدبخت اور ظالم زمین میں واپس کیا گیا ہے اور وہ بدبخت اور ظالم زمین میں ۱۹۴۷ء میں واپس کیا گیا ہے جنگ کے خاتمے کے تین سال بعد۔ اگر وہ ایسی ہی ظالم اور بدبخت زمین اُس وقت بھی تھی جب کہ نازی (NAHTSI) شکست کھا چکے تھے اور جرمنی کا ملبہ بن چکا تھا جب ان پر انگریز اور امریکن اور فرانسیسی تسلط جما چکے تھے تو پھر اس کے بعد یہود کو وہاں رہنے کا کیا حق ہے۔ بہرحال یہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے جرنلسٹ بھی ان کے ساتھ تھے اور جو ساری مغربی رائے عامہ تھی وہ یہود کا تحفظ کر رہی تھی تو 'TERRORISM' ٹیررازم (دہشت گردی) کی ایجاد دراصل یہود سے ہوئی ہے تو اس تاریخی پس منظر میں گویا کہ ایک حق یہود کا یہ بھی تسلیم کر لیا گیا کہ یہود کو اجازت ہے کہ وہ ٹیررسٹ (دہشت گردی کی) کارروائیاں کریں اور اس کا نام ہم یہودی ٹیررازم نہیں رکھیں گے۔ لیکن مسلمان حکومتوں کو اپنے سیاسی مفادات کی خاطر کسی قسم کی دہشت گردی کی کارروائی کی اجازت نہیں۔ اگر کریں گے تو ہم صرف ان کو ہی نہیں بلکہ اسلام کو بدنام کریں گے اور کہیں گے اسلامک ٹیررازم (ISLAMIC TERRORISM) ہے۔

یہود کے حقوق جو تسلیم کئے گئے

اور جو حقوق ان کے تسلیم کئے ہوئے نظر آتے ہیں وہ میں آپ کو پوائنٹس کے طور پر بتاتا ہوں۔

– سیکیورٹی کونسل کی قراردادوں کو رد کرنے کا حق ہے یہود کو۔

– اور یونائیٹڈ نیشنز کے تمام فیصلوں کو تحقیر کی نظر سے دیکھنے اور اس طرح رد کرنے کا حق ہے جس طرح ایک پرزے کو پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا ہے۔

– اور کسی ملک کا حق نہیں ہے کہ یہود کی مذمت کرے اس بارے میں۔

یہود کو حق حاصل ہے کہ اپنی بقا کے نام پر دوسرے ملکوں کے جغرافیے تبدیل کرے اور یہود کو حق ہے کہ وہ ایٹم بم بنائے اور ایٹم بموں کا ذخیرہ جمع کرے اور (MASS DESTRUCTION) ماس ڈسٹرکشن کے ہتھیار مثلاً کیمیکل وارفیئر کے اور بیالوجیکل وارفیئر کے کیمیاوی ہلاکتوں کے اور جراثیم کی ہلاکتوں کے ہتھیار تیار کرے اور کسی کو حق نہیں کہ اسرائیل کو تنقید کا نشانہ بنائے لیکن کسی مسلمان ملک کو یہ حق حاصل نہیں۔ یہ خلاصہ ہے اس تاریخی جدوجہد کا جس کا ذکر میں نے آپ کے سامنے کیا ہے۔

یہ بات قطعی ہے کہ اس پالیسی میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہے آج تک نہ آئندہ کی جائے گی۔ یہود کے یہ حقوق قائم رکھے جائیں گے اور مسلمانوں کی ان معاملے میں حق تلفی ایک مستقل پالیسی کا حصہ ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ اس کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ صدر بش کا نیو ورلڈ آرڈر (NEW WORLD ORDER) کا خواب کیا ہو سکتا ہے؟ کیونکہ جب تک اس خواب کو نہ سمجھیں ہم ان کو صحیح مشورہ بھی نہیں دے سکتے۔ میں نے جہاں تک غور کیا ہے اس جارحانہ تاریخی پس منظر کے نتیجے میں بش کا امن کا خواب دراصل امن کا خواب نہیں بلکہ موت وارد کرنے کا خواب ہے۔ بعض لوگ غلطی سے موت کو امن سمجھ لیتے ہیں۔ جس طرح میں نے وہ بیمار گھوڑے کی مثال کئی دفعہ بیان کی ہے:-

ایک گھوڑا بہت بیمار تھا جو بادشاہ کو بہت پیارا تھا بہت تڑپ رہا تھا بادشاہ نے کہا کہ جو اس کی موت کی خبر مجھے پہنچائے گا اس کو میں قتل کروا دوں گا۔ وہ خدا کی تقدیر چلنی تھی وہ بے چارہ مرگیا۔ ایک آدمی کو پکڑ کے بادشاہ کو خبر دینے کے لئے بھجوایا اُس کو مجبور کیا کہ تم نہیں جاؤ گے تو ہم ماریں گے، بادشاہ کے ہاتھ سے مارا جانا زیادہ بہتر ہے۔ وہ سمجھدار آدمی تھا۔ اس نے جاکر بادشاہ کو کہا کہ مبارک ہو آپ کا گھوڑا پوری طرح امن میں آگیا ہے بادشاہ بہت خوش ہوا کہ اچھا بتاؤ اور بتاؤ کہ کس طرح امن میں آگیا ہے۔ اس نے کہا اس طرح کہ پہلے تو اس کی چھاتی کی گڑگڑاہٹ کی آواز میل میل تک سنائی دیتی تھی اب تو میں قریب بھی گیا ہوں تو کوئی آواز نہیں آرہی تھی۔ اس کی دل کی دھڑکن سے لگتا تھا دھرتی دھڑک رہی ہے۔ زمین دھڑک رہی ہے اب میں نے کان لگا کے دیکھا بالکل آواز ہی کوئی نہیں تھی۔ بڑے امن اور سکون سے لیٹا ہوا ہے تو اس نے کہا کہ پھر یہ کیوں نہیں کہتے کہ بدبخت! کہ مر گیا ہے۔ اس نے کہا حضور کہہ رہے ہیں میں تو نہیں کہہ سکتا۔

صدر بش کا خواب امن کا نہیں موت کا ہے

تو قصہ یہ ہے کہ جو امن کا خواب صدر بش مشرق وسطیٰ اور مسلمانوں کے ممالک کے لئے دیکھ رہے ہیں اس کی تعبیر موت ہے خواہ امن کے نام پر ہو اس کی۔ کوئی حقیقت نہیں ہے اور جہاں تک میں نے سوچا ہے وہ خواب یہ ہے کہ تیل کے امیر ملک سعودی عرب اور شیخ ڈم ریاستوں وغیرہ کو آمادہ کیا جائے گا کہ وہ بھیک کے طور پر اپنی تیل کی آمد کا ایک حصہ ان عرب ممالک میں تقسیم کریں جو تیل کی دولت سے محروم ہیں یا بہت تھوڑا تیل رکھتے ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں جس طرح امریکن ایڈز (امریکی امداد) کے ذریعہ تیسری دنیا کے ملکوں کو غلام بنایا جاتا ہے عرب ملکوں کو بعض عرب ملکوں کا غلام بنا دیا جائے۔ اور اس کے نتیجے میں سٹرنگز (STRINGS) ایڈز (امداد) کے ساتھ وابستہ ہوا کرتی ہیں اُسی قسم کی سٹرنگز اس مالی امداد کے ساتھ بھی لگا دی جائیں۔ امریکہ کی مالی امداد جسے (AMERICAN AID) کہا جاتا ہے ہمیشہ بعض سیاسی مصالح کی شرائط رکھتی ہیں جو امریکہ کے مفاد میں ہوتی ہیں اس ایڈ کے ساتھ بھی کچھ شرائط ہیں جو اسرائیل کے مفاد میں ہوں گی اور مغرب کے عمومی مفاد میں۔ وہ شرائط یہ ہوں گی کہ یونائیٹڈ نیشنز میں جھگڑا نہیں لے کے جانا۔ بلکہ یونائیٹڈ نیشنز سے باہر امریکن سرپرستی میں یہود کے ساتھ معاملات طے کرو۔ اور یہ ضمانت دو کہ آئندہ کبھی اس علاقے میں تم کسی قسم کی جنگ کی جراءت نہیں کرو گے۔ اس بات کی ضمانت دو کہ جہاں یہود ایٹمی اسلحہ بناتا رہے گا اور MASS DESTRUCTION کے دوسرے ہتھیار تیار کرتا رہے گا تم میں سے کبھی کوئی ایٹمی اسلحہ بنانے اور MASS DESTRUCTION کے ہتھیار بنانے کے خواب بھی نہیں دیکھے گا۔

یہ دو بنیادی نقوش ہیں اُس امن کی خواب کے جو صدر بش نے دیکھی ہے اور آپ کل دیکھیں گے کہ اسی طرح ہو گا۔ اس خواب کے بعض اور حصے بھی ہیں۔ وہ ہو سکتا ہے پورے ہوں یا نہ ہوں۔ ایک حصہ یہود کو بعض اقدامات پر

---

[1] ان کا پورا نام: جیمز کیمرون JAMES CAMERON ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مجبور کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہود کو برا کہیں گے، یہود کہنا غلط ہے یہود میں سے بعض بہت شریف النفس آج ایسے یہود بھی ہیں جو اسرائیل کے شدید مخالف ہیں اور ان کی پالیسیوں کو ردّ کرتے ہیں اور ان کو دنیا کے لئے ہی نہیں بلکہ خود یہود کے لئے بھی نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ پس جب میں لفظ یہود کہتا ہوں تو ہرگز مراد نہیں کہ یہود قوم کو بحیثیت مجموعی مردود کہہ رہا ہوں، میری مراد اسرائیل سے ہی ہوتی ہے۔ بہرحال اسرائیل پر وہ یہ دباؤ ڈالنے کی کوشش کریں گے یعنی خیال ہے اُن کا۔ یہ گمان ہے، خواب ہے کہ وہ کلیتہً گولان ہائیٹ کا علاقہ خالی کر دے اور JORDON کے مغربی کنارے کا علاقہ خالی کر دے اس کے نتیجے میں وہ وہاں صلح کروالیں گے۔ یہ بات قطعی ہے کہ گولان ہائیٹ کا پورا علاقہ اسرائیل کسی قیمت پر خالی نہیں کرے گا۔ اور یہ بات قطعی ہے میرے نزدیک کہ جورڈن کے مغربی کنارے پر جو یہود کا تسلط ہے وہ اس کو ختم نہیں کرے گا لیکن اس کے باوجود ان کے تمام الائینز (اتحادی) ان کی کارروائیوں سے راضی ہوں گے اور جس سمجھوتے کا میں نے ذکر کیا ہے اس میں شامل ہو جائیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ مغربی اردن پر یہود کے تسلط کا نقصان صرف فلسطینیوں کو اور شرقِ اردن کو ہے اور فلسطینیوں اور شرقِ اُردن کی خاطر امریکہ یہود کو ناراض کرلے یہ ہو ہی نہیں سکتا اور دوسرا اس لئے کہ وہاں باہر سے مزید یہود لا کر آباد کروانے کا منصوبہ ایک بڑا دیرینہ منصوبہ ہے جس پر بہت حد تک عمل درآمد ہو چکا ہے اور مستقل یہودی آبادیاں قائم کر لی گئی ہیں۔ اس لئے بھی اگر امریکہ چاہے تو بھی اسرائیلی اس علاقے کو خالی کرنے پر آمادہ نہیں ہوں گے۔

اور اب تک جو اسرائیل اور امریکہ کے تعلقات ظاہر ہوئے ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ صدر بش کی مجال نہیں ہے کہ اسرائیل کو ناراض کرنے کی جرأت کریں۔ جب اسرائیل پر سکڈز کا حملہ ہوا تو صدر بش نے بار بار اسرائیل کے پریذیڈنٹ کو فون کئے اور منت سماجت کی اور اپنے چوٹی کے صاحب اختیار نمائندے وہاں بھجوائے اس بات پر اسرائیل کو آمادہ کرنے کے لئے کہ فوری طور پر اپنا انتقام نہ لو۔ اس واقعہ سے ان کے تعلقات کی نوعیت سب دنیا پر ظاہر ہو جاتی ہے۔

چند سکڈز کے نتیجے میں دو بوڑھی عورتیں مری ہیں اور کہا یہ جاتا ہے کہ دو تین سو سے زیادہ لوگ زخمی نہیں ہوئے اس کو نہایت ہی ہولناک، یکطرفہ جارحانہ کارروائی قرار دیا گیا جبکہ اس سے پہلے اسرائیل نے عراق کے ایٹمی توانائی کے پلانٹ کو بغیر کسی نوٹس کے اپنے ہوائی جہازوں کے ذریعے بمبارڈ (BOMBARD) کر کے کلیتہً بالکل برباد کر دیا۔ اور اس حملے کو کسی نے جارحانہ حملہ قرار نہیں دیا۔

گویا اسرائیل کو تو یہ حق ہے اور یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ تم جارحانہ کارروائی کرو اور دوسروں کے ملکوں میں جا کے بمباری کرو، نہ یونائیٹڈ نیشنز کو اعتراض کا اختیار ہے نہ کسی اور ملک کو۔ اور جس پر بمباری کی جاتی ہے اُس کو جوابی کارروائی کا بھی اختیار نہیں۔ پس اگر اور کچھ نہیں تو سکڈ میزائل کے حملے کو عراق کی جوابی کارروائی قرار دیا جا سکتا ہے اور دیا جانا چاہئے کیونکہ یہ بات بھی اب تسلیم کر لی گئی ہے کہ جوابی کارروائی کا فوراً ہونا ضروری نہیں۔ چنانچہ اس مسئلے پر ذرا تھوڑا سا اور غور کریں تو اسرائیلی اور امریکن تعلقات خوب کھل کر نظر کے سامنے آجاتے ہیں۔

صدر بش نے بار بار فون پر رابطے کئے۔ منتیں کیں بڑے نرم لہجے میں درخواستیں کیں کہ کوئی فوری کارروائی اس کے ردّ عمل کے نتیجے میں نہ کرنا۔ بعد میں اپنے نمائندے بھیجے جن کے ذریعے گفت و شنید ہوئی اور آخری نتیجہ یہ نکلا کہ اگر تم کوئی فوری کارروائی نہ کرو تو ہم تمہاری طرف سے زیادہ سے زیادہ انتقام لینے کی کوشش کریں گے اور جو سویلینز (CIVILIANS) پر بمباریاں ہوئی ہیں اور لاکھوں معصوم شہید ہوئے ہیں اور جن کے گھر برباد کئے گئے، یہ دراصل اسرائیلی کی انتقامی کارروائی الائینز نے اپنے ذمے قبول کی تھی اور اسی پر عملدرآمد ہوا۔

دوسرا پہلو یہ تھا کہ اس کے علاوہ ہم تمہیں نو بلین ڈالر بطور اقتصادی مدد دیں گے۔ آپ اندازہ کریں کہ نو بلین ڈالر کی رقم تو ایک دولت کا پہاڑ ہے اور کس چیز کے بدلے۔ اس چیز کے بدلے کہ وہ انتقامی کارروائی سے باز آجائے؟ نہیں۔ بار بار اس کو یقین دلایا گیا ہے کہ یہ صرف وقتی طور پر انتقامی کارروائی ٹالنے کی خاطر کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد تمہیں حق حاصل ہے کہ جب چاہو، جہاں چاہو، جسطرح چاہو، جس زمانے میں چاہو تم اس جارحیت کا بدلہ لو۔

اسی لئے میں نے کہا تھا کہ اسرائیل کا یہ حق تسلیم کیا جا چکا ہے۔ کہ وہ جارحانہ کارروائیاں کرے اور کوئی ملک اسکے خلاف مدافعانہ کارروائی بھی نہ کرے اور اگر وہ مدافعانہ کارروائی کرے گا تو اسکے خلاف ساری دنیا کی طاقتیں جارحانہ کارروائی بھی کریں گی اور اسرائیل کا جارحانہ کارروائی کا حق باقی رہے گا۔ اور وہ کب اور کس طرح پورا ہوتا ہے۔ یہ ابھی دیکھنے والی بات ہے۔

تو یہ ہے نیو ورلڈ آرڈر (NEW WORLD ORDER) جس کا خواب صدر بش نے دیکھا ہے اور جس کے متعلق وہ یہ کہتے ہیں کہ اس سے دنیا میں ہمیشہ کے لئے امن کی ضمانت ہو جائے گی۔ اس خواب کے کچھ اور حصے بھی ہیں، جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ اسرائیل تو کسی قیمت پر بھی مغربی علاقہ خالی نہیں کرے گا۔ لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ مشرقی علاقے پر قبضہ کرنے کی داغ بیل ڈالی جا چکی ہے۔ مجبوری کے تحت بادشاہ حسین ہیں وہ نیوٹرل رہے اور اُنہوں نے صرف یہ قصور کیا ہے کہ دو تین دن پہلے اپنی پریس کانفرنس میں یا تقریر میں اس بات پر سخت اظہار افسوس کیا ہے کہ اتحادیوں نے معصوم عراقی شہریوں کو تباہ و برباد کیا اور بڑا بھاری ظلم کیا۔ ان کا یہ تبصرہ خود مغربی اتحادیوں کے اعلانات کے نتیجے میں ہے جو انہوں نے فوجی حالات کے متعلق خود خبرنامے جاری کئے ہیں۔ ان سے یہ تصویر قائم ہوئی ہے یعنی اگر ہر ایک منٹ پر ایک جہاز نہ بمباری کرنے کے لئے اڑ رہا ہو اور یہ تسلیم کرتے ہوں کہ عراق میں اتنی بمباری کی جا چکی ہے جو آج تک دنیا کی تاریخ میں کسی جنگ میں اس طرح نہیں کی گئی۔ اور ویت نام اسکے مقابل پر کچھ حیثیت ہی نہیں۔ اُسکے بعد یہ کسی ملک کا نتیجہ نکالنا کہ لاکھوں سویلینز یعنی شہری اس سے متاثر ہوئے ہوں گے یہ صدر بش کے نزدیک امریکہ کی بھی ہتک ہے اور اسرائیل کی بھی گستاخی ہے۔ اور وہ ان کو متنبہ کرتے ہیں شاہ حسین کو کہ منہ سنبھال کر بات کرو۔ تمہیں پتہ نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تمہیں کس نے حق دیا ہے اس قسم کی تنقید کرنے کا؟ ـــــ خواب کے منذر پہلو بھی تو ہوتے ہیں۔ کچھ تو انہوں نے امن کی خواب بمعنی موت دیکھی ہوئی ہے کچھ خواب کے انذاری پہلو بھی ہیں اور انذاری پہلو میں میرے نزدیک یہ بات داخل ہے کہ شرق اردن کے اوپر حملے کا بہانہ بنایا جائیگا یہودی حکومت کو دریا کے اس کنارے پر ہی نہیں دوسرے کنارے کی طرف بھی ممتد کر دیا جائے گا۔ یہ جو میرا اندازہ ہے اسکے پیچھے بہت سے تاریخی رجحانات ہیں۔ جن کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ شروع دن سے آج تک یہودی مسلسل وسعت پذیر ہیں۔ یعنی توسیع پسندی کی پالیسی محض تعداد بڑھانے کے لحاظ سے نہیں۔ بلکہ رقبہ بڑھانے کے لحاظ سے بھی ہے۔

اسرائیل کے بارے میں یہود کا خواب

اور جو آغاز میں یہود نے اسرائیل کا خواب دیکھا تھا وہ خواب یہ تھا کہ تمام دنیا کے مظلوم علاقوں سے یہود کو اکٹھا کر کے یہود کی ایک آزاد مملکت میں جمع کر دیا جائے۔ اسوقت آبادی کی نسبت یہ ہے یعنی تفصیل تو میں نہیں بتاؤں گا۔ دو تین ملکوں کی آبادی بتاتا ہوں۔

اسرائیل میں اس وقت یہودی پچیس ۲۵ لاکھ ہیں اسکے علاوہ امریکہ میں پچاس ۵۰ لاکھ یہودی ہے اور روس میں پچیس ۲۵ لاکھ بیان کئے جاتے ہیں۔ اسوقت روسی یہودیوں کو بلا کر اسرائیل میں آباد کرنے کا پروگرام شروع ہے۔ جسکے پایۂ تکمیل تک پہنچنے تک پچیس ۲۵ لاکھ مزید یہودی یعنی موجود تعداد سے دگنے اس ملک میں آباد کئے جائیں گے۔ اس کے لئے زمین بھی پھر اور چاہیئے۔ یہ ظاہری اور طبعی بات ہے تو جتنی زمین اسوقت ان کے پاس ہے اس سے کافی تعداد میں زیادہ زمین ہو تب جا کر یہ خواب پورا ہو سکتا ہے۔ پھر امریکہ کے یہودیوں کے انتقال کا پروگرام بھی ساتھ ساتھ جاری ہے اور یورپ کے دوسرے یہودیوں کے انتقال کا پروگرام بھی ساتھ ساتھ جاری ہے۔ اس ضمن میں بعض باتیں میں آئندہ خطبے میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ مگر مختصراً یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اسرائیل کے قیام کے مقاصد کی اولین وجہ یہ بتائی گئی تھی کہ مغربی ملکوں میں یہود محفوظ نہیں ہیں اور انہوں نے ہمیشہ یہود کو یکطرفہ ظلم کا نشانہ بنائے رکھا ہے۔ اگر یہی مقصد تھا اسرائیل کے قیام کا تو جتنے مغربی ممالک میں یہود ہیں جب تک اُن کے لئے فلسطین کے گرد و پیش جگہ نہ بنا لی جائے اس وقت تک یہ خواب پورا نہیں ہوتا۔ اور موجودہ رجحان یہی بتا رہا ہے کہ اس طرح یہ آگے بڑھ رہے ہیں۔ تو صدر بش کے خواب میں غالباً انذاری پہلو یہ بھی داخل ہے کہ شرق اردن کے دوسرے حصے پر بھی قبضہ کر لیا جائے۔ اور بعد میں یہ خواب کسطرح آگے بڑھے گا اور دنیا کو کس حد تک اپنی لپیٹ میں لے گا۔ وہ لمبی باتیں ہیں۔ مختصراً میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسکے بعد باریوں کی بات ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسلمان طاقتوں کو تباہ کرنیکا منصوبہ

جب تک مسلمان طاقتیں ایک کے بعد دوسری تباہ و برباد نہ ہو جائیں اسوقت تک صدر بش کے امن کا یہ خواب پورا نہیں ہو سکتا۔ پس اُس کے بعد کس کی باری ہے یہ میں نہیں کہہ سکتا۔ پاکستان کی ہے یا شام کی ہے۔ پاکستان بھی نیوکلیئر طاقت بننے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ بن چکا ہے یا نہیں۔ یہ ایک متنازعہ فیہ مسئلہ ہے۔ لیکن پاکستان کو تباہ کروانے کے لئے کئی ذرائع موجود ہیں۔ کشمیر کا مسئلہ ہے۔ سکھوں کا مسئلہ ہے۔ ہندوستان کو انگیخت کیا جا سکتا ہے۔ چھٹی دی جا سکتی ہے دفاعی امداد اور اقتصادی امداد روک کر اس طرح بیکار اور نہتا کیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کی طاقت کے جواب کی پاکستان میں طاقت نہ رہے۔ کئی قسم کے منصوبے ہو سکتے ہیں لیکن خطرہ ضرور ہے۔ شام کو لازماً خطرہ ہے۔ کیونکہ شام ایک بہت بڑی طاقت بنا ہوا ہے۔ اور شام کی بڑی سخت بے وقوفی اور غلطی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس وقت اتحادیوں کے ساتھ شامل ہونے کے نتیجے میں آئندہ شام محفوظ ہو چکا ہے جب تک اسرائیل موجود ہے شام محفوظ نہیں ہے

اور پھر ایران کو خطرہ ہے اور پھر ترکی کو خطرہ ہے اور ایران اور ترکی کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ یہ خواب اس طرح پورا کیا جائے گا کہ ترکی اور ایران کے درمیان آپس میں مخاصمت جو پہلے بھی ہے بڑھائی جائے گی اور اس کے نتیجے میں کسی وقت آئندہ ان دونوں مسلمان ملکوں کے درمیان اسی طرح لڑائی کروائی جائے گی جس طرح خود امریکنوں نے اور اتحادیوں کی مخفی تائید کے نتیجے میں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ عراق کو انگیخت کیا گیا تھا کہ وہ ایران پر حملہ کرے اور امریکہ کے اتحادی عرب ممالک نے اس کی ہر طرح مدد کی اور امریکہ کے اتحادی مغربی ممالک نے عراق کو مسلح کرنے میں اور اس کے MASS DESTRUCTION کے ہتھیار بنانے کے سلسلہ میں پوری مدد کی ہے تو خواب کا جو پس منظر ہے وہ یہ ہے پس خواب جس سمت میں آگے بڑھے گی اور پھیلے گی وہ سمت بھی اس پس منظر کے نتیجے میں ہمیں دکھائی دینے لگی ہے۔ اور خواب آخر پر اسطرح پوری ہو گی۔ کہ پہلے جسطرح ایک مسلمان طاقت کو دوسری مسلمان طاقت کو برباد کرنے کے لئے استعمال کیا گیا اور طاقت بنایا گیا پھر اس بنائی ہوئی طاقت کو برباد کرنے کا منصوبہ بنایا گیا اور دوسرے مسلمان ممالک کو اُس میں شامل کیا گیا۔ اس کا اگلا قدم کیا ہو گا؟ اسی طرح جو بچی کھچی طاقت پر مسلمان حکومتیں ہیں ان کو یکے بعد دیگرے برباد کیا جائے گا۔ یہ وہ موت کا خواب ہے جو صدر بش نے دیکھا ہے اور جسے وہ امن کا خواب کہتے ہیں۔

مشہور ڈرامہ میک بیتھ کا صدر بش پر اطلاق

عراقیوں اور دیگر فلسطینیوں وغیرہ مسلمان مظلوموں یعنی عرب مسلمانوں کے خون سے جس طرح یہ ہاتھ رنگے جا چکے ہیں۔ اس پر مجھے میک بیتھ (MCC BETTH) کی چند لائنیں یاد آ گئیں۔ لیڈی میکبتھ (MCC BETTH) جس نے اپنے خاوند کو بادشاہ کو قتل کرنے پر آمادہ کیا تھا اور اسکے خاوند میک بیتھ نے بادشاہ کو جو غالباً سکاٹ لینڈ کا تھا بہر حال اس وقت کے بادشاہ کو قتل کیا اور سونے کی حالت میں قتل کیا۔ اُسکے بعد لیڈی میک بیتھ کو نفسیاتی ردِعمل ہوا اور وہ سمجھتی تھی کہ اصل قاتل میں ہوں تو نفسیاتی بیماری کے نتیجے میں وہ ہر وقت ہاتھ دھوتی رہتی تھی کہ میرے ہاتھ سے خون کی بُو آ رہی ہے اس بُو کے سلسلے میں وہ کہتی ہے۔ "HERE IS THE SMELL OF THE BLOOD STILL" میں اتنی دفعہ ہاتھ دھو چکی ہوں اور خون کی بو جاتی ہی نہیں ہے۔ ابھی بھی آ رہی ہے۔

"ALL THE PERFUMES OF THE ARABIA WILL NOT SWEETEN THIS LITTLE HAND" - عرب کی تمام خوشبوئیں مل کر بھی میرے اس چھوٹے سے ہاتھ کی بُو کو مٹھاس میں تبدیل نہیں کر سکیں گی۔ یہ کڑوی خون کی بو آتی ہی رہے گی۔

صدر بش کا معاملہ اس سے کچھ برعکس ہے۔ مسلمان عرب خون سے جو اُن کے ہاتھ رنگے گئے ہیں۔ میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کی کڑوی بو کبھی امریکہ اور اسکے ساتھیوں کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ اور تمام دنیا کی پرفیومز (خوشبوئیں) بھی عرب خون کی اس بو کو مٹا نہیں سکیں گی اور اس کی کڑوی بو کو مٹھاس میں تبدیل نہیں کر سکیں گی۔ جہاں تک ان کی امن کی خواب کا تعلق ہے وہ بھی میں میک بیتھ ہی سے میک بیتھ کی ایک سولیلوکی SOLILOQUY یعنی وہ اونچی زبان میں اپنے دل کی حالت بیان کر رہا ہے اسکے الفاظ میں پیش کرتا ہوں جو ان کی صورتِ حال پر صادق آتی ہے یہ SOLILOQUY - وہ سونے کی کوشش کرتا ہے اور نیند اڑ گئی ہے۔ اس کے ضمیر پر ایک سوئے ہوئے بادشاہ کے قتل کا بوجھ اتنا زیادہ ہے اور اس کا ضمیر اس قدر بے چین ہے کہ وہ اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکتا چنانچہ اس کی راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے۔ اس کیفیت کو یوں بیان کرتے ہوئے وہ کہتا ہے۔

"ME THOUGHT I HEARD A VOICE CRY SLEEP NO MORE; MCC BETTH DOES MURTHER SLEEP" سکاٹش زبان میں MURDER کو MURTHER لکھا جاتا تھا تو یہاں لفظ MURTHER ہے یعنی MURDER۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ وہ کہتا ہے "ME THOUGHT" میں سمجھتا ہوں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے لگتا ہے مجھے گمان گذرتا ہے "I heard a voice Cry Sleep No More" کہ میں نے ایک چیخ سنی ہے یہ جو کہہ رہی تھی کہ اب کبھی نہیں سونا، اب کبھی نہیں سونا MCC BETTH DOES MURTHER SLEEP۔ دیکھو میک بیتھ نے نیند کو قتل کر دیا ہے چونکہ بادشاہ سویا ہوا تھا اسلئے اُس حالت میں اُس کو مارنا اسکے نفسیاتی دباؤ کے تابع اس سے بہتر رنگ میں ظاہر نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ سوچ رہا ہے کہ میں نے نیند کو مار دیا ہے۔ جب نیند کو مار دیا ہے تو پھر مجھے نیند کہاں سے آئے گی۔ تو ایک لفظ کی تبدیلی سے امریکہ اور صدر بش کے خواب پر ان سطور کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ:-

"ME THOUGHT I HEARD A VOICE CRY PEACE NO MORE U.S DOES MURTHER PEACE" - مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ایک چلانے والے کی آواز یہ سنائی دے رہی ہے کہ اب اس خطے میں یا دنیا میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکے گا۔ اگر یہ خواب پوری ہو گئی اس شرط کیساتھ میں کہہ رہا ہوں تو میں یہ آواز سن رہا ہوں کہ اس خطے میں اب کبھی امن قائم نہیں ہو سکے گا۔ یونائیٹڈ سٹیٹس نے امن کو ہمیشہ کے لئے قتل کر دیا ہے اس کے نتیجے میں کیا ہو سکتا ہے ہم کیا کر سکتے ہیں ان قوموں کو کیا مشورے دیئے جا سکتے ہیں کہ جو ہلاکت کے قدم یہ آگے بڑھا چکے ہیں ان کو کسطرح واپس کریں۔ اس سلسلے میں (اللہ نے چاہا تو) مَیں آئندہ خطبے میں آپ سے مخاطب ہوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ جلد سے جلد اس مضمون کو ختم کروں اور واپس اپنے اصلی اور حقیقی اور دائمی مضمون کی طرف آ جاؤں۔ یعنی احمدیوں کو عبادتیں کس طرح کرنی چاہئیں اور عبادتوں میں کس طرح لذت پیدا کرنی چاہیئے۔

اخبار احمدیہ

○ ربوہ یکم مارچ۔ آج یہاں بیت الاقصیٰ میں نمازِ جمعہ محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح وارشاد نے پڑھائی آپ نے خطبہ جمعہ میں سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ فرمودہ ۸ فروری ۱۹۹۱ء بمقام بیت الفضل لندن پڑھ کر سنایا۔ اس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خلیج کی جنگ کے پس منظر کے طور پر استعماری طاقتوں کی ان کارروائیوں کا ذکر کیا ہے جو ایران، سویز تنازعہ اور دیگر مواقع پر کی گئیں۔ یہ خطبہ اسی اشاعت میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔

○ مکرم اللہ بخش صاحب صادق ناظم ارشاد وقفِ جدید و ناظر خدمتِ درویشاں اطلاع دیتے ہیں کہ خاکسار کے ماموں محترم چوہدری مولا بخش صاحب آف ادرحماں ضلع ضلع سرگودھا حال دار الصدر شرقی ربوہ مورخہ ۲۵ فروری بروز سوموار بعد نمازِ فجر ۷۸ سال کی عمر میں وفات پا گئے ہیں۔

موصوف اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کی نمازِ جنازہ بعد نمازِ عصر بیت المبارک میں مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح وارشاد نے پڑھائی۔ بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد مکرم مولانا موصوف نے ہی دعا کروائی۔

موصوف کی اولاد میں چار بیٹیاں اور ایک بیٹا ہیں۔ آپ کے تین داماد واقفینِ زندگی ہیں۔ بیٹے مکرم چوہدری خدا بخش صاحب ناصر فضل عمر ہسپتال ربوہ میں بطور ریڈیوگرافر خدمت بجا لا رہے ہیں۔

احباب کی خدمت میں درخواستِ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو اعلیٰ درجات عطا فرمائے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پاکستان کے مانچسٹر فیصل آباد میں جائیداد کی خرید و فروخت میں منفرد اور با اعتماد نام

NASA

ہمارا تعاون یقیناً آپ کے مسائل کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

ناسا اسٹیٹ ڈویلپرز اینڈ بلڈرز فیصل آباد

فون: آفس: ۴۴۲۸۶ ، ۴۷۰۹۲
رہائش: ۴۳۱۱۵

طالبِ دعا: سہیل مشتاق

حبوبِ مفیدِ اٹھرا

HABOOB-I-
MUFEED-I-ATTHRA

۲۰ گرام ـــ ۱۵/- روپے
۶۰ گرام ـــ ۴۵/- روپے

NASIR ناصر

ناصر دواخانہ رجسٹرڈ ربوہ

رحمتِ الٰہی کی قدر و منزلت ... ادارہ بیت

شریف جیولرز

روائتی زیورات جدید فیشن کیساتھ

اقصیٰ روڈ ربوہ

فون
دکان: ۶۴۹
رہائش: ۸۴۱

صاحب اولاد

اپنے پھول سے بچوں کی صحت اور نشوونما کا خاص خیال رکھیں۔ اگر کوئی کمزوری ہو تو مندرجہ ذیل ادویات سے انتخاب کریں

چھوٹا قد کورس	۱۰/-	DWARFISHNESS COURSE
بول بستری کورس	۳۵/-	BED URINE COURSE
مٹی چھوڑ کورس	۲۰/-	MITTI CHHOURE COURSE
بے بی گروتھ کورس	۳۰/-	BABY GROWTH COURSE
سوکھا پن کورس	۳۰/-	MARASMAS COURSE
بے بی ٹانک	۱۰/-	BABY TONIC
آہستہ دانت نکالنا کیور	۲۰/-	SLOW DENTITION CURE
بے ترتیب دانت کیور	۲۰/-	IRREGULAR TEETH CURE

ڈاکٹرز اور سٹاکسٹوں کیلئے معقول کمیشن

تین صد روپے یا زائد کے آرڈر پر ڈاک خرچ بذمہ کمپنی

کیور ٹیو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی رجسٹرڈ ربوہ فون ۶۰۶ / ۷۷۱

۰ قدیمی ۰ اولین ۰ شہرہ آفاق

۱۹۱۱ء سے ایک ہی نام

دواخانہ حکیم نظام جان

چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

فون ۷۳۹۹۷

برانچیں: ۰- کراچی: فون ۴۱۳۲۵۱
۰- لاہور: ۱-D-۳ گلشن راوی

ملتان: چوک جان محمد معصوم شاہ روڈ
منڈی بہاؤالدین: بالمقابل شاہ تاج شوگر مل
رحیم یار خان: فون ۴۷۹۹
ربوہ: اقصیٰ چوک کالج روڈ۔ فون نمبر ۵۵۸

نرینہ اولاد سے محروم حضرات اور اٹھراء کی شکار دکھی عورتوں کے لئے امید کی کرن

اٹھراء کی گولیاں

عورتوں اور بچوں کے علاج کیلئے ہم سے رجوع کریں

گولڈن پلز طاقت کا سرچشمہ

اعضائے رئیسہ کیلئے بے حد مفید اور مقوی

زیر نگرانی: مرضِ اٹھراء کے مشہور معالج حکیم عطاء الرحمٰن علوی اینڈ سنز ولد حکیم نظام جان

دواخانہ محافظِ صحت گول چوک اوکاڑہ

طلائی و نقرئی زیورات کی معیاری دوکان

الحمد جیولرز

اقصیٰ روڈ ربوہ

پھولوں کے ہار موتیا۔ چنبیلی گلاب

گفٹ سنٹر مین بازار گولبازار۔ ربوہ

فون: پی پی ۴۳۵

گمشدہ اشٹام

حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے ورثاء کے اسماء پر مشتمل انگلش میں ٹائپ شدہ اشٹام انصاف واچ ہاؤس اقصیٰ روڈ سے صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب کی کوٹھی تک جاتے ہوئے راستہ میں کہیں گم گیا ہے۔ جس صاحب کو ملے صدر صاحب عمومی کے دفتر یا صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب کی کوٹھی پہنچا دیں۔

خود مل کر تشخیص و مشورہ کے خواہشمندوں کیلئے

حضرت حکیم نظام جان کے فرزند

حکیم عبدالحمید اعوان

کا ماہانہ پروگرام

۵ تا ۷ تاریخ مشہور دواخانہ نزد لیبر بکس اقصیٰ چوک۔ ربوہ ۱۵، ۱۶ کو مشہور دواخانہ چوک قلعہ کالروالہ ۲۱ سے ۲۳ تاریخ تک مشہور دواخانہ محمود آباد نمبر ۳ کراچی ۲۵ سے ۲۷ تاریخ تک مشہور دواخانہ حضوری باغ روڈ۔ ملتان

باقی دنوں میں مشہور دواخانہ چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ میں مشورہ ہو سکتا ہے۔

مینجر

مشہور دواخانہ رجسٹرڈ گوجرانوالہ

نئی صدی کی محراب سے گزرنے کا حق ادا کرنے کیلئے

اپنے بچوں کی صحیح رنگ میں تعلیم و تربیت کیجئے

الرّحیم جیولرز

خورشید کلاتھ مارکیٹ
حیدری نارتھ ناظم آباد کراچی

فون: 629443 626280